AL-QALAM القلم
ISSN 2071-8683 E-ISSN 2707-0077
Volume 25, Issue, 2, 2020
Published by Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

قرآن میں تعین مرجع الضمیر کے منتخب قواعد

The selected rules to specify the "reference of pronoun" in Quran

***Ayesha Khan**
****Dr. Hafiza Shahida Parveen**

* PhD Scholar, University of the Punjab, Lahore
** Associate Professor, University of the Punjab, Lahore

Abstract

"Dalal ut zamier is an importamt topic of uloom ul Quran.It is a fundamental method to understand the Quranic verses from different angles for interpretation of Quran.It is essential to know about "reference of pronoun" that's change causes differences in Quranic exegesis and also a major reason of theological discussions. In Quran, pronouns and their references are indepensible for one another whether they are used in plane words or semantically or are inferred from the context. Due to the importance of relationship between pronoun and its references, the interpreters and syntacticals have derived the basic rules of reference of pronoun from Holy Quran. In the light of these rules and principles, it becomes easy to understand the purpose of using pronoun and correct interpretation of Holy Quran.

Key Words: Quran, interpretation, pronoun, reference of pronoun, rules and principles

قرآن جو تمام علوم کا منبع و مرکز ہے اسی سے تمام علوم کے سوتے پھوٹتے ہیں دیگر علوم کی مانند عربی زبان کے قواعد کو بھی جس کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے وہ یہی کلام معجز ہی ہے کیونکہ یہ تمام علوم کے خالق کا کلام ہے جس میں کسی غلطی گنجائش نہیں۔

ضمائر جو کلام کا اہم حصہ ہیں قرآن پاک میں جابجا ان کا استعمال ملتا ہے کلام میں ضمیر اور اس کا مرجع لازم و ملزوم ہیں خواہ لفظوں میں مذکور ہو یا معنوی طور پر یا سیاق کلام سے اس کا علم ہو، ضمائر کو ان کے مرجع کی طرف لوٹانے کے کچھ اصول ہیں جو نحویین و مفسرین نے قرآن پاک سے اخذ کیے ہیں اور ان کا ذکر نحو، اصول تفسیر اور علوم القرآن کی کتابوں میں کیا ہے نیز مفسرین نے قرآن میں ضمائر کے مقامات پر ان کے استعمال کو دیکھتے ہوئے تفاسیر میں بھی کچھ قواعد کا ذکر کیا ہے جس سے مرجع کے تعین کے اصولوں کا علم ہوتا ہے ان قواعد و اصول کی روشنی میں ضمائر جو پیچیدگی و پوشیدگی کا باعث ہوتی ہیں کا صحیح مفہوم سمجھنا آسان ہو جاتا ہے نیز درست مرجع کی نشاندہی ہو جاتی ہے اور کلام کا صحیح مفہوم واضح ہو جاتا ہے ذیل میں تعین مرجع کے چند اصول اور ان کے عملی اطلاقات کی نظائر بیان کی جاتی ہیں۔

1۔ پہلا قاعدہ:

ضمائر کی اصل یہ ہے کہ انکا مرجع لفظ کی صورت میں جملے میں موجود ہو جیسا کہ علامہ زرکشی نے البرھان میں اسکا ذکر کیا ہے۔ 1 مگر بعض صورتوں میں مرجع کے تعین میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ ضمیر کو مرجع مذکور کی طرف لوٹایا جائے یا مقدر کی طرف تو ایسی صورت میں مفسرین و نحویین کا یہ اصول ہے کہ:

"إذا احتمل السياق إعادة الضمير إ لى مذكور أو إعدته إلى مقدّر، فا عادة الضمير إلى المذكور أولى وأحسن؛ لان الا عادة إلى المقدر مع إمكان الا عادة إلى المذكور فيه إخراج للآية عن نظمها دون موجب " 2

جب کسی سیاق میں یہ احتمال ہو کہ ضمیر کو مرجع مذکور کی طرف لوٹایا جائے یا مقدر کی طرف تو ضمیر کو مذکور کی طرف لوٹانا اولی اور احسن ہے کیونکہ اگر مرجع مذکور کو چھوڑ کر مقدر کی طرف لوٹایا جائے تو امکان ہے کہ بے جا

آیت کو اس کے نظم سے نکال دیا جائے۔

یہ قاعدہ اس وقت قابل عمل ہو گا جب کسی ایک ضمیر میں مرجع مذکور یا مرجع مقدر کی طرف لوٹانے کا احتمال ہو تو ایسی صورت میں مرجع مذکور کو ترجیح دی جائے گی۔

قاعدہ کی اہمیت:

اگر مرجع مذکور کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے مرجع کا تعین کیا جائے تو کلام کا اپنے سیاق سے ہٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے اسی طرح غلط تاویلات و تحریفات کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ بھی کئی گنا بڑھ جاتا ہے چنانچہ اس قاعدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر کلام کو سمجھا جائے تو نظم بر قرار رہنے کے ساتھ ساتھ کلام کا اپنے موضوع سے ربط اور تسلسل رہے گا۔

قرآن سے قاعدہ کی مثالیں:

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ o خٰلِدِيْنَ **فِيْهَا** لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ(البقرہ،2: 162)

اس آیت مبارکہ میں ضمیر "فیھا" کے مرجع کے تعین میں مفسرین کی دو آراء ہیں کہ یہ ضمیر لعنت کی طرف بھی لوٹائی جاتی ہے اور "نار" کی طرف بھی۔3 ان مراجع کے متعلق امام رازی فرماتے ہیں کہ جب ضمیر کا مرجع مذکور ہے تو اولی یہ ہے کہ ضمیر کو اسی کی طرف لوٹایا جائے۔4

بعض دفعہ مذکور کو اس لئے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اس کے تعین کے لئے کوئی سبب نزول یا سلف کا قول موجود ہوتا ہے چنانچہ ان اقول کی بدولت مرجع مذکور کو چھوڑ کر مقدر کو ترجیح دی جاتی ہے۔5 مثلاً فرمان الٰہی ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ O اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ O فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ

قُرْاٰنَه○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَه(القيامة، 75: 19 ـ 16)

ان آیات میں مذکور ضمائر کے بارے عمومی طور پر مفسرین کا یہ خیال ہے کہ ان میں قرآن کا ذکر کیا گیا ہے اور خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے چنانچہ ابن کثیر لکھتے ہیں: **هذا تعليم من الله عزوجل لرسوله** 6

مفسر ابوحیان اس ضمیر کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ظاہر اور صحیح نص جو کہ سبب نزول ہے سے ثابت ہے کہ خطاب رسول ﷺ سے ہے۔ اور بخاری کی حدیث بھی ہے ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول ﷺ وحی کو لینے کے لئے جلدی کرتے تھے کبھی اپنے ہونٹ ہلاتے تھے اس ڈر سے کہ وحی ان سے محو نہ ہو جائے (تو انھیں گارنٹی دی گئی کہ ہم آسان کر دیں گے) تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ 7

ایک قول یہ بھی ہے یہاں خطاب رسول ﷺ سے نہیں بلکہ انسان سے ہے جس کا ذکر القیامۃ: 13 میں ہے اور اس میں انسان کی حالت بتائی جارہی ہے جو اس کے قبیح افعال کا بتاتی ہے یعنی قیامت کے دن اس کو نامہ اعمال ملے گا تو اس کو پڑھنے میں جلدی کرے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ جلدی نہ کر ہمارے ذمہ ہے تیرے اعمال جمع کرنا اور ہم تمھیں بتائیں گے چنانچہ اگر انسان کو مرجع مانا جائے تو سورہ میں ربط رہے گا مگر یہ مرجع صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں ان آیات کا سبب نزول بیان کیا گیا ہے۔ 8 چنانچہ ابن عاشور نے نہ صرف اس ضعیف قول کو نقل کیا بلکہ فرمایا کہ: **"هذا القول ضعيف و خلاف الاسلوب العربى و معانى الالفاظ تنبوعنه"** 9

چنانچہ مفسر کے لئے ضروری ہے کہ مرجع مذکور کے تعین سے قبل سبب نزول و سلف کے اقوال سے آگاہ ہو اگر مرجع مذکور ان کے خلاف ہو تو سبب نزول کو ہی ترجیح دی جائے گی بصورت دیگر مرجع کے تعین میں سب سے پہلے مرجع مذکور کو مد نظر رکھا جائے گا

2۔ دوسرا قاعدہ:

مرجع کے تعین کا دوسرا اہم قاعدہ ہے:

"الاصل إعادة الضمير إلى اقرب مذكور مالم يرد دليل بخلافة"۔ 10

ضمیر کو اس کے قریب ترین مذکور کی طرف لوٹانا اولیٰ ہے جب تک کہ اس کے خلاف دلیل نہ آجائے۔

اس قاعدہ کا اطلاق ضمیر کے علاوہ دیگر ابواب میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ اسماء اشارہ میں بھی اس قاعدہ کا اطلاق ہوتا ہے۔11

قاعدہ کی اہمیت:

اس قاعدہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اکثر مفسرین نے اس قاعدہ کا ذکر اپنی تفاسیر میں کیا ہے اور مرجع کے تعین میں اس کو ترجیحاً استعمال بھی کیا ہے۔ 12 علاوہ ازیں ضمائر چونکہ تکرار سے بچنے کے لئے لائی جاتی ہیں اس لئے اپنے اسم کے بعد ہی لائی جاتی ہیں اور بلاوجہ اگر اقرب مذکور کو چھوڑ کر کلام میں اپنی مرضی سے مرجع کا تعین کیا جائے تو ضمائر کا یہ مقصد بھی فوت ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح ضمائر کو اگر "اقرب مذکور" کی طرف نہ لوٹایا جائے کلام کا سیاق سے ہٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور غلط تاویلات کا دروازہ کھلتا ہے۔ اسی طرح کلام میں نظم برقرار نہیں رہتا اور جملہ اپنا حسن کھو دیتا ہے۔

قرآن سے قاعدہ کی مثال:

سورہ مریم میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (مریم ، 19:24)

اس آیت مبارکہ کے متعلق مفسرین کے دو اقوال ہیں کہ مریم کو کس نے پکارا؟ پہلا قول یہ ہے کہ: المنادی ھو الملک جبریل علیہ السلام 13 یہ کہ مریمؑ کو جبرائیل نے تسلی کے لئے پکارا تھا اور اس کی توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ عیسیٰؑ نے قوم کے طعن و ملامت کے وقت ہی بات کی تھی چنانچہ اس سے قبل جو بات کی وہ جبرائیل نے کی تھی۔14

دوسرا قول جو اکثر مفسرین نے اختیار کیا وہ یہ ہے کہ: ان الذی ناداها من تحتها هو عیسیٰ لا جبریل 15 اس قول کی ترجیح کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جبرائیلؑ کے ذکر سے قبل اسکا ذکر آیا پس اس ضمیر کو اس کی طرف لوٹایا جائے گا جو قریب ہے اور دور کے اسم کو رد کیا جائے گا جیسے کہ سیاق سے بھی پتا چلتا ہے کہ "فحملتہ" میں

ضمیر عیسیٰ کی طرف ہے چنانچہ قریب ترین ذکر عیسیٰؑ کا ہے16 (اور اگر جبرائیل نے آواز دی ہوتی تو انکانام آنا تھا) امام رازی، ابو حیان اور شنقیطی نے بھی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور اسی قاعدے کی وجہ سے ہی دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔17

"اقرب مذکور" مرجع کی موجودگی کے باوجود چند صورتوں میں دور کے مرجع کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے اور وہ وجوہات درج ذیل ہیں۔

ا) اگر ضمیر کسی خاص عنوان کے تحت ہو تو اسکا مرجع پہلے ہی مذکور ہو تو اس ضمیر کو اس کے قریب مرجع کی طرف محض قرب کی وجہ سے نہیں لوٹایا جائے گا مثلاً ارشادِ ربانی ہے: **اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً** (**الواقعه**،56: 35) "**هُنَّ**" کی ضمیر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد حوریں ہیں یا عورتیں۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ ان آیات میں دیکھا جائے تو حوروں کا ذکر بیان نہیں ہے ان کا ذکر "قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ "(الرحمن،56:55) میں ہے چنانچہ یہاں مراد فرش (یعنی عورتیں) لیا جائے گا۔18

ب) اسی طرح ضمیر اپنے مرجع سے مطابقت رکھتے ہوئے آتی ہے ضمیر کو مرجع سے مطابقت دینے کے لئے قریب کی بجائے بعید مرجع جو ضمیر سے مطابقت رکھتا ہو اس کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے مثلاً ارشاد ربانی ہے:

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا O فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا O فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا

(**الشمس**،9: 14۔ 12)

اس آیت مبارکہ میں "لَهُمْ" کی ضمیر "اَشْقٰهَا" کی طرف نہیں لوٹ رہی کیونکہ یہ قاعدے کے خلاف ہے اور یہ ضمیر جمع، مؤنث واحد کی طرف نہیں لوٹ سکتی چنانچہ امام رازی کے مطابق اس سے مراد قومِ ثمود ہیں اور اسکی تصدیق "فَعَقَرُوْهَا" سے بھی ہوتی ہے کہ کونچیں کاٹنے میں تمام قوم برابر شریک تھی۔۱۹

ج) قاعدے کی رو سے اقرب مذکور مرجع کو ہی متعین کیا جائے گا مگر بعض صورتوں میں سیاق اس کے

خلاف ہوتا ہے یا کوئی اشارہ موجود ہوتا ہے جس سے قریبی مرجع کی بجائے بعید مرجع کو متعین کیا جاتا ہے یا مرجع کے ایک سے زائد احتمالات ہوتے ہیں اس صورت میں ضمائر کے مرجع کی طرف لوٹانے کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ:"**إذجاء ضمیر فی سیاق قرآنی وتعددت الاحتمالات فی مرجعه، فرجوعه إلى المحدث عنه فی السیاق أولى من رجوعه إلى غیره لانه هو المقصود بالکلام وإلیه یتحجه الخطاب"۔ 20**

جب سیاق قرآنی میں کوئی ایسی ضمیر آئے کہ اس کے مرجع کے کئی احتمالات ہوں تو ضمیر کو اس کی طرف لوٹانا زیادہ بہتر ہے جس کی بات ہو رہی ہو بانسبت کسی غیر کی طرف لوٹانے کے کیونکہ کلام کا مقصود بھی وہی ہوتا ہے اور خطاب بھی اسی سے ہوتا ہے اس مرجع کو مفسرین ' محدث عنہ 'مرجع کے نام سے موسوم کرتے ہیں مثلاً ارشاد ربانی ہے:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ(الحج،22: 78)

اس آیت میں ھو کی ضمیر کا قریب اور مذکور اسم ابراھیمؑ ہیں مگر آیت کے سیاق پر غور کیا جائے آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا (مِنْ قَبْلُ) یعنی اس سے قبل نام مسلمان رکھا تو درست ہے مگر (فِيْ هٰذَا) سے پھر کیا معنی لیے جائیں گے چنانچہ علامہ شنقیطی اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ فی ھذا سے مراد قرآن ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ ابراھیم نے قرآن میں نام مسلمان نہیں رکھا کیونکہ قرآن ان کی وفات کے بعد نازل ہوا چنانچہ قریبی مرجع کے باوجود دور کے مرجع یعنی" اللہ تعالیٰ" کی طرف اس ضمیر کو لوٹایا جائے گا کیونکہ وہ محدث عنہ مرجع ہے۔21

الغرض قاعدہ کی روسے ضمیر اقرب مذکور مرجع کی طرف ہی لوٹائی جائے گی اور اگر مرجع بعید کو اختیار کیا جارہا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ دلیل پیش کی جائے لیکن اگر ایک ہی مقام پر اقرب مذکور اور محدث عنہ کا احتمال ہو تو محدث عنہ مرجع کو اقرب مذکور پر ترجیح دی جائے گی۔

3۔ تیسرا قاعدہ:

اگر کسی جملہ میں ایک سے زائد ضمائر آئیں اور ایک سے زائد مراجع کا احتمال ہو تو ایسی صورت میں مرجع کے تعین کا یہ قاعدہ ہے:

"إذا جاءت ضمائر متعددة فی سیاق واحد و احتملت فی مرجعها اقوالاً متعددة، فتوحید مرجعها وإعادتها إلى شئ واحد، أولى وأحسن، لا نسجام النظم، واتساق السیاق، وقوة الا عجاز مادام الامر محتملا، ولا حجة توجب تفریقها، وتا بی توحیدها" 22

اگر ایک ہی سیاق میں متعدد ضمائر ہوں اور ان کے مراجع کے تعین میں ایک سے زائد احتمال ہوں تو ان کا ایک ہی مرجع قرار دینا اولی واحسن ہے تا کہ نظم وسیاق میں یکجہتی رہے اور جب تک کسی اور امر کا احتمال نہ ہو یا مراجع کی تفریق کی کوئی حجت نہ ہو یا ان کے واحد مرجع ہونے کے خلاف دلیل نہ ہو کیونکہ (مرجع واحد کی صورت میں) قوتِ اعجاز بر قرار رہتی ہے۔ علامہ سیوطی اور علامہ زرکشی نے بھی اس قاعدہ کو بیان کیا ہے۔ 23

قاعدہ کی اہمیت

اگر ایک سے ضمائر کو ایک ہی مرجع کی جانب لوٹانے سے کلام کی فصاحت وبلاغت اثر انداز نہ ہو تو ایک ہی مرجع پر لوٹانے سے کلام میں نظم بر قرار رہتا ہے جو کہ اعجاز قرآن کی بنیاد ہے جس کی رعائیت رکھنا ایک مفسر کا سب سے بڑا فرض ہے اس قاعدہ کی رو سے قرآن کے اس اعجاز کو بر قرار رکھا جا سکتا ہے۔ 24 مرجع کے بارے میں پراگندگی سے بچا جا سکتا ہے۔ 25 اگر کلام میں ایک ہی قسم کی ضمیروں کے مختلف مراجع لیے جائیں تو کلام میں ابہام آجاتا ہے اور روانی میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ 26

قرآن سے قاعدہ کی مثالیں:

قرآن پاک میں اس قاعدہ کے حوالے سے اہم مثال سورہ طہ کی آیت 39 ہے جس کو اس قاعدہ کے عملی اطلاق کے طور پر اکثر اصولیین نے ذکر کیا ہے ارشاد ربانی ہے: اَنِ اقْذِفِیْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِي

الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَ عَدُوٌّ لَّه (طه.20: 39)اس آیت مبارکہ کے متعلق مفسرین کی دو آراء ہیں یہ کہ دونوں ضمائر "فِيْهِ" موسیٰؑ کی طرف لوٹ رہی ہیں۔ 27 جبکہ دوسری رائے یہ ہے کہ پہلی ضمیر موسیٰؑ کی طرف جبکہ دوسری تابوت کی طرف راجع ہے علامہ زمخشری اس قول کے متعلق فرماتے ہیں:

" تمام ضمائر موسیٰؑ کی طرف راجع ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض موسیٰؑ کی طرف بعض تابوت کی طرف لوٹ رہی ہیں اس قول میں عیب ہے اور یہ تنافر (ضمیروں کا باہم ایک دوسرے سے الگ ہونا اور ایک ہی مرجع کی طرف نہ پھرنا) نظم کے خلاف ہے اگر یہ کہا جائے سمندر میں رکھا جانے والا تابوت ہے اور وہی ساحل سے ملا تو میں کہتا ہوں کہ پھینکے جانے والے اور ملنے والے موسیٰ ہی تھے جو تابوت میں تھے (تو ایسا کرنے سے) ضمائر میں انتشار نہیں رہے گا جبکہ نظم ہی قرآن کے اعجاز کی اصل ہے جسکی رعائیت کرنا ہر مفسر کا سب سے بڑا فرض ہے۔"28

اگر ان دو ضمائر کے بعد اس آیت مبارکہ میں دیگر ضمائر (فَلْيُلْقِهِ، يَأْخُذْهُ، اورلَہٗ کو بھی دیکھا جائے تو تمام موسیٰؑ پر ہی راجع ہیں چنانچہ آیت مبارکہ میں مذکور پانچوں ضمائر کو ایک ہی مرجع کی طرف لوٹا کر ضمائر کے انتشار سے بچا جا سکتا ہے جبکہ انکے تعین کا کوئی اور قاعدہ بھی موجود نہیں اسی لئے مفسرین نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔

اس قاعدہ کا اطلاق انہی حالات میں ہی ہو سکتا ہے کہ جب مرجع واحد قرار دینے سے کسی اور مضبوط قاعدہ کی خلاف ورزی نہ ہو یا آیت کے معنی پر کوئی فرق نہ پڑے مثال کے طور پر سورہ الکہف میں ارشاد ہے۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا (الكهف.18: 22)

آیت مبارکہ میں " فِيْهِمْ " تک "هم" کی تمام ضمائر" اصحاب کہف" کی طرف لوٹ رہی ہیں مگر

"**مِّنْهُمْ**" کی ضمیر "اہل کتاب" کی طرف لوٹ رہی ہے بعض مفسرین کے نزدیک "یہود" کی طرف بعض نے محض "نصاری" کہا۔29

بہر حال مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت کی تمام ضمائر ایک ہی مرجع کی طرف نہیں لوٹائی جائیں گی موخر الذکر ضمیر "**منهم**" کا مرجع اس سے قبل مذکور ضمائر سے مختلف ہے۔

الغرض توحید فی المراجع کا خیال تب رکھا جائے گا جب ایک ہی مرجع کے تعین سے سیاق متاثر نہ ہو یا کلام کی فصاحت و بلاغت اثر انداز نہ ہو اور اگر مختلف مراجع کی طرف لوٹانے کا قرینہ موجود ہو اور ایک مرجع کی طرف لوٹانے سے کلام کی فصاحت میں خلل آتا ہو تو ضمائر کو ایک سے زائد مراجع کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے اور یہ صورتحال بہت کم پیش آتی ہے عموماً نظم کو برقرار رکھنے کے لئے اور سیاق کے ربط کے لئے ضمائر کو ایک ہی مرجع کی طرف لوٹایا جائے تو کلام کا حسن برقرار رہتا ہے۔

4۔ چوتھا قاعدہ:

قرآنِ کریم ایک کتاب معجز ہے جو بسا اوقات قلیل الفاظ کے ذریعہ کثیر معنی کو ادا کر دیتا ہے۔ یہی معاملہ اکثر ضمائر کے مقامات پر بھی ہوتا ہے بعض اوقات ایک ہی ضمیر کئی مراجع کی طرف لوٹ رہی ہوتی ہے اور اس طرح جملے کے ایک سے زائد معانی بیان کر رہی ہوتی ہے اور سیاق اور قاعدے کے اعتبار سے ایسا کرنا درست ہوتا ہے تو اس صورت حال میں اصولیین نے یہ قاعدہ وضع کیا ہے کہ:

أذا كان فى الاية ضمير يحتمل عود ه، إلى أكثر من مذكور و أمكن الحمل على الجميع حمل عليه 30

یعنی اگر ضمیر کے اندر ایک سے زائد ممکن مراجع کا احتمال ہو تو ہر ایک کو مرجع بنانا درست ہے۔

چنانچہ کسی آیت میں کوئی ایسی ضمیر آجائے جس کا مرجع ایک سے زائد ہو اور ضمیر ہر ایک کی جانب لوٹنے کا احتمال رکھتی ہو اور کوئی مانع بھی موجود نہ ہو تو ضمیر کو ہر مرجع کی جانب لوٹایا جاسکتا ہے ہاں اگر کوئی مانع موجود ہو تو پھر ایسا نہیں کیا جائے گا بلکہ مانع سے بچتے ہوئے جس کا مرجع بننا ممکن ہو گا وہی مرجع متعین ہو گا۔

قاعدہ کی اہمیت:

ڈاکٹر محمد بن عبد الخالق عضیمۃ ضمائر کے اس ضابطے کی اہمیت بیان کرتے ہیں کہ یہ قرآن کا معجزانہ اسلوب ہے کہ کئی وجوہ سے کئی معانی کا احتمال پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح ضمائر بھی یہ صلاحیت موجود ہوتی ہے کہ وہ کئی اشیاء کی طرف لوٹ سکیں اور یہ قرآن میں بہت جگہ واقع ہوا ہے چنانچہ اس قاعدہ کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے استعمال سے قرآن میں معنوی تنوع پیدا ہوتا ہے اور ایک سے زائد مراجع کے تعین سے عقل و شعور کے کئی در وا ہوتے ہیں قرآن میں غور و خوض کی کئی راہیں کھلتی ہیں اور آیت کے کئی معانی کا فہم حاصل ہوتا ہے۔31

قرآن سے قاعدہ کی مثالیں:

ارشاد ربانی ہے: يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ (الانشقاق، 84: 6

اس آیت مبارکہ میں ضمیر "فَمُلَاقِيهِ" کے متعلق مفسرین سے ایک سے زائد اقوال منقول ہیں۔

ا) ایک یہ کہ یہ ضمیر "رب" کی طرف لوٹ رہی ہے اس میں بھی ملاقات کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ رب سے ملاقاتِ حقیقی ہے اور اس طرح یہ آیت رویئت رب تعالیٰ کے اثبات کی دلیل ہے یہ قول ابن عباس، ابن عطیہ، ابن تیمیہ، ابن عاشور اور جمہور کا ہے۔32 یا اس سے مرادؔ اہل جنت سے جزاء کے طور پر ہونے والی ملاقات ہو۔ یہ قول زمخشری، ابو حیان اور آلوسی سے منقول ہے۔33 زجاج کے بقول: ملاق حكمه، لا مفرلک منه 34 یعنی رب کے فیصلے سے ملاقات جس سے کوئی فرار نہیں۔

ب) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ضمیر "کدح" کی طرف لوٹ رہی ہے۔ گویا وہ مشقت کے ساتھ اپنے عمل سے ملے گا۔35

جیسا کہ اس قول کی تائید ایک حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے جسے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔36

ج) تیسرا قول یہ ہے کہ عمل کی جزاء سے ملاقات ہو گی۔37

د) ایک اور قول یہ ہے کہ اعمال نامے سے ملاقات ہو گی اور اسکی دلیل (فاما من أولی كتبه بيمينه)

ہے۔38

درج بالا اقوال کو یکجا کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "ہ" کی ضمیر دو چیزوں کی جانب لوٹ سکتی ہے۔ 1۔ ربک، 2۔ کدحاً (جس کا مفہوم عمل یا اعمال نامہ یا جزائے عمل ہے) دونوں مراجع مذکور بھی ہیں اور دونوں کی جانب ضمیر کے لوٹنے میں کوئی مانع بھی موجود نہیں اس لئے کہ انسان جس طرح اپنے رب سے ملاقات کرے گا اسی طرح اپنے اعمال کا بھی سامان کرنے والا ہے چنانچہ دونوں مراجع کی طرف لوٹانا درست ہے۔

قرآن پاک میں بعض صورتوں میں ضمائر بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک سے زائد مراجع کی طرف لوٹ سکتی ہیں مگر آیت میں ہی کوئی ایسا قرینہ موجود ہوتا ہے جو اس کی نفی کرتا ہے مثال کے طور پر ارشاد ربانی ہے:

وَاَنَّه، اَہْلَکَ عَادَانِ الْاُوْلٰی O وَثَمُوْدَاْ فَمَآ اَبْقٰی O وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّھُمْ کَانُوْا ہُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی(النجم، 53: 5250)

اس آیت مبارکہ میں ضمیر "اِنَّہُمْ" کے مرجع کے متعلق دو اقوال منقول ہیں ایک یہ کہ "اِنَّہُمْ" سے مراد صرف قوم نوح مراد ہے۔ 39 دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد گذشتہ تمام اقوام مراد ہیں جن میں قومِ نوح، عاد، ثمود تمام کافر اقوام شامل ہیں۔40

لیکن دلیل کے اعتبار سے پہلا قول راجح ہے جیسا کہ شنقیطی نے اسی کو ترجیح دی کہ اس کی دلیل ہے کہ (فَلَبِثَ فِیْھِمْ اَلْفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا)(عنکبوت،29: 14)علامہ شنقیطی لکھتے ہیں کہ جو قوم طویل وعرصے تک نبی کی دعوت سے متاثر نہ ہوئی اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ باغی قوم تھی (اور وہ قوم نوح ہی تھی)۔ چنانچہ دلیل کی روسے پہلے قول کو ترجیح دی جائے گی۔41

الغرض اگر کوئی قرینہ موجود نہ ہو یا کوئی دلیل نہ ہو تو ایک سے زائد مراجع کی طرف ضمیر کو لوٹایا جاسکے تو ضمیر کو ان تمام مراجع کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے اس طرح آیت سے ایک سے زائد معانی اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

5۔ پانچواں قاعدہ:

مرجع کے تعین کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ:

اذا تعددت الجمل وجاء بعدها ضمير جمع فهوراجع الى جميعها فان كان مفردا اختص بالاخيرة 42

یعنی متعدد جملے پہلے مذکور ہوں پھر اس کے بعد جمع کی ضمیر لائی جائے تو ضمیر جمع مذکورہ تمام جملوں کی طرف لوٹے گی اور اگر واحد کی ضمیر آئے تو صرف آخری جملہ اس ضمیر کا مرجع بنے گا۔

گویا ضمیر کے صیغہ کے مطابق اس کے مرجع کا تعین کیا جائے گا اس کے ساتھ ساتھ سیاق بھی دیکھا جائے گا۔

قرآن سے قاعدہ کی مثالیں:

ارشاد ربانی ہے:

سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَ مَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ O لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَ مِنۡ خَلۡفِهٖ يَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ (الرعد، 13:10، 11)

اس آیت مبارکہ میں متعدد جملے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور اس کے آخر میں جمع کی ضمیر "يَحۡفَظُوۡنَهٗ" لائی گئی ہے چونکہ یہ جمع کے صیغے میں آئی ہے چنانچہ اب مذکور تمام جملے اس ضمیر کا مرجع بنیں گے یعنی جو بات چھپا کر کرے یا بلند آواز، رات کو چھپا ہو یا دن کو ظاہر ان تمام کی حفاظت پہرے دار کرتے ہیں۔ 43

مام المفسرین ابن جریر طبری نے بھی اس ضمیر کی یہی تاویل بیان کی ہے۔44

گویا تمام طرح کے اعمال و افعال محفوظ کر لیے جاتے ہیں۔ اس طرح جمع کی ضمیر میں تمام پچھلے مراجع شامل ہو گئے۔

اسی طرح متعدد جملوں کے بعد مفرد کی ضمیر آئے تو آخری جملہ اس کا مرجع قرار پاتا ہے مثلاً ارشاد ربانی ہے:

قُلۡ لَّاۤ اَجِدُ فِىۡ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطۡعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ مَيۡتَةً اَوۡ دَمًا

مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّه، رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا۔۔۔۔۔(الانعام، 6: 145)

اس آیت مبارکہ میں ضمیر "فانه" کے متعلق مفسرین سے دو اقوال منقول ہیں۔

ایک یہ کہ اگرچہ ضمیر واحد لائی گئی ہے مگر اس آیت میں مذکور تمام چیزیں ہی نجس ہیں یہ واحد ضمیر فرداً فرداً ہر ایک کی طرف لوٹے گی چنانچہ مردار بہتا خون اور خنزیر کا گوشت تمام چیزیں ناپاک ہیں۔45

دوسرا قول یہ کہ ضمیر واحد لائی گئی ہے چنانچہ اس قاعدہ کی روشنی میں اس کا مرجع آخری جملہ جو قریب ہے وہی ہو گا چنانچہ خنزیر کا گوشت ناپاک ہے یہ قول بیشتر مفسرین سے منقول ہے۔46

چنانچہ قاعدہ کی رو سے اگر کئی اشیاء کے بیان کے بعد جمع کی ضمیر آئے تو تمام اشیاء کو اس میں شامل کیا جائے گا لیکن اگر واحد ضمیر آئے تو اقرب مذکور کو ہی ضمیر کا مرجع قرار دیا جائے گا۔

6۔ چھٹا قاعدہ:

کلام کی فصاحت و بلاغت کی اہم شرط اسکا مربوط ہونا ہے اور وہی کلام مربوط ہوتا ہے جس میں بات سیاق وسباق کو مد نظر رکھ کر کی گئی ہو اگر بات کرتے ہوئے سیاق کو مد نظر نہ رکھا جائے تو گفتگو بے ربط اور بے معنی ہو جاتی ہے یہی حال ضمائر کا بھی ہے ضمائر کے مرجع کے تعین میں اگر سیاق کا خیال نہ رکھا جائے تو بات بے ربط ہو جاتی ہے چنانچہ نحویین و مفسرین نے ضمائر کے مرجع کے تعین کا یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ:

الضمير قد يعود على غير ملفوظ به كالذی يفسره سياق الكلام 47

(کبھی) ضمیر کو غیر مذکور شئے کی طرف بھی لوٹایا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ کہ سیاقِ کلام اس پر دلالت کر رہا ہوتا ہے۔

یہی بات ابن جزی نے بھی بیان کی کہ:**"الضميريعود على مايفهم من سياق الكلام" 48**

کہ ضمیر اس کی طرف لوٹتی ہے جس کی سیاق کلام سے سمجھ آرہی ہو اسی قاعدہ کا ذکر زرکشی اور امام سیوطی نے بھی کیا ہے 49 اسی طرح ابن عاشور نے بھی اس کو تعین مرجع کا اہم قاعدہ قرار دیا ہے۔50

قاعدہ کی اہمیت:

مذکورہ قاعدہ کو تمام قواعد کی اصل کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ اس سے قبل جتنے بھی قواعد کے بارے میں پڑھا گیا اگرچہ قواعد کے مطابق ضمائر کو مرجع کی طرف لوٹایا جاتا ہے مگر سیاق کے مطابق ضمائر کو لوٹانا سب سے اہم ہے جہاں پر مراجع ضمائر کو سیاق سے ہٹا رہے ہوں وہیں پر قاعدہ خواہ کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو اس کے بر خلاف ضمیر کو مرجع کی طرف لوٹایا جاتا ہے چنانچہ اقرب مذکور مرجع ہو یا توحید فی الضمائر کے قاعدہ کا اطلاق ہو سکتا ہو اگر سیاق ان کی مخالفت کر رہا ہو تو سیاق کو مد نظر رکھا جائے گا دیگر قواعد کو ترجیح نہیں دی جائے گی۔

چنانچہ تمام قواعد میں سیاق کا مد نظر رکھنا بے حد ضروری ہے اس قاعدہ کی اہمیت کے پیش نظر مفسرین نے تفسیر کرتے ہوئے اس قاعدہ کا بالخصوص خیال رکھا ہے اور سیاق سے ہٹ کر کی جانے والی تفسیر کی مذمت کی ہے اور اس مرجع کو مرجع "مقدر" سے موسوم کیا ہے۔

قرآن سے قاعدہ کی مثال:

ارشاد ربانی ہے: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ (الاحزاب،33: 33)

اس آیت مبارکہ میں "عَنْكُمُ" کے مخاطب اھل بیت ہیں چنانچہ یہاں مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اھل بیت سے کون لوگ مراد ہیں جبکہ حدیث میں اھل بیت میں فاطمہ، علیؓ، اوران کی اولاد کے لئے اس لفظ کا استعمال آیا ہے۔51

بعض لوگ جو صرف حدیث کو بنیاد بنا کر اہل بیت میں فاطمۃ، علی اور ان کی اولاد کو ہی شمار کرتے ہیں وہ اس آیت کے سیاق کو چھوڑ جاتے ہیں جبکہ اس آیت میں مذکور "کُمْ" کی ضمیر جو کہ اہل بیت کی طرف لوٹ رہی ہے اس کے سیاق کو دیکھا جائے تو خطاب تو دراصل امھات المؤمنین سے ہو رہا ہے چنانچہ سیاق کے مطابق یہ ضمیر جن اھل بیت سے مخاطب ہے اس میں "ازواج النبی ﷺ" بھی شامل ہیں چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:"وهذا نص فی دخول ازواج النبیﷺ فی اهل البیت هاهنا"۔ 52

اسی طرح ابن عاشور اس کی تاویل بیان کرتے ہیں کہ یہ ضمیر خطاب (کُمْ) ازواج النبی ﷺ کی طرف

لوٹ رہی ہے جیسا کہ اس سے قبل ضمائر بھی انہی کی طرف لوٹ رہی تھیں (اور جہاں تک یہ سوال کہ یہ ضمائر مذکر صیغہ میں کیوں آئیں تو جواب یہ ہے کہ) کہ یہ ضمائر مذکر نبی ﷺ کے ذکر کی وجہ سے غالب عنصر کے طور پر مذکر لائی گئی ہیں۔"- 53

چنانچہ سیاق سے متعین ہوا کہ ضمیر میں مذکور اھل بیت سے مراد "امھات المؤمنین" ہیں۔

الغرض سیاق ضمائر کے مراجع کے تعین میں اہم کردار ادا کرنا ہے سیاق کو چھوڑ کر اگر تفسیر کی جائے گی نہ صرف کلام کا ربط ختم ہو گا بلکہ فصاحت و بلاغت کی صفت سے بھی خالی ہو گا علاوہ ازیں لوگوں کے لئے تفسیر بالرائے مذموم کا دروازہ بھی کھلے گا اور قرآن کی من مانی تاویلات اور گمراہی کا باب کھولنے کا سبب بنے گا چنانچہ سیاق وسباق کو مد نظر رکھنا ضمائر کے مراجع کے تعین کے لئے اہم قاعدہ ہے۔

7۔ ساتواں قاعدہ:

بعض صورتوں ضمیر کی معنوی مرجع کے ساتھ ساتھ لفظ کی طرف لوٹنے کی بھی صلاحیت موجود ہوتی ہے چنانچہ جب جملے میں لفظ اور معنی دونوں کی طرف لوٹنے کی صلاحیت موجود ہو تو مرجع کے تعین کا قاعدہ ہے کہ:

إذا اجتمع فى الضمائر مراعاة اللفظ والمعنى بدء باللفظ ثم بالمعنى 54

مشہور نحوی عباس حسن اس قاعدہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ مرجع کے لفظ و معنی سے ضمیر کی مطابقت جائز ہے اور قیاسی بھی لیکن سیاق و سباق کے پیش نظر بعض اوقات ایک مطابقت دوسرے کے مقابلے میں زیادہ مناسب ہوتی ہے اور یہ معاملہ صاحبِ علم متکلم کے حسنِ ذوق پر چھوڑا جاتا ہے کہ وہ موقع و محل کی مناسبت سے لفظ یا معنی کی مطابقت اختیار کرے۔55

چنانچہ کلام میں اگر دونوں صورتیں موجود ہوں تو قاعدہ کی رو سے پہلے لفظ اور پھر معنی کی رعائیت کی جائے گی مگر سیاق وسباق کے پیش نظر بعض اوقات لفظ یا معنی میں سے کسی ایک سے مطابقت اختیار کی جاسکتی ہے جیسے وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُکَ قَوْلُه، فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ وَ هُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (البقرہ، 2: 204) میں پانچ مقامات پر ضمائر لائی گئی ہیں اور تمام ہی لفظ "من" کی طرف لوٹ رہی

ہیں کسی بھی جگہ معنی کا اعتبار کر کے جمع ضمیر نہیں لائی گئی اور ایسا اس کے سیاق کی بدولت ہوا ہے۔56

اسی طرح وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۔۔۔(یونس،42:10) میں صرف معنی ہی کی رعائیت کرتے ہوئے جمع کی ضمیر لائی گئی ہے۔57

مندرجہ بالا مثالیں چند استثنائی صورت کی مثالیں ہیں جن میں قاعدہ سے ہٹ کر ضمائر آئی ہیں بصورت دیگر قاعدہ کے مطابق ضمیر پہلے لفظ اور پھر معنی سے رعائیت کرتے ہوئے ہی لائی جاتی ہے۔ جیسے کہ ارشاد ربانی ہے: وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ وَ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ (الانعام،65:6)۔اس آیت مبارکہ میں "يَّسْتَمِعُ" میں مستتر ضمیر مرفوع "ھو" کا مرجع لفظ "من" ہے جو مفرد ہے تو لفظ کی رعائیت کرتے ہوئے پہلے ضمیر مفرد لائی گئی ہے اور پھر "هُمْ" ضمیر کا مرجع معنوی طور پر "من" ہے۔58

8۔ آٹھواں قاعدہ:

معنوی مرجع کی ایک صورت "استخدام" بھی ہے استخدام دراصل عربی کی ایک اصطلاح ہے جس کے معنی یہ ہیں:

"أن يذكر لفظ له معنيان، فيرادبه أحد هما، ثم يراد بالضمير الراجع إلى ذلك اللفظ معناه آخر، أويراد بأحد ضميريه أحد معنييه، ثم بالأخر معناه الأخر"59

ایک لفظ کے دو معنی ہوں ایک معنی اس لفظ سے مراد لیے جائیں اور دوسرے معنی اس ضمیر سے مراد لیے جائیں جو اس کی طرف راجع ہے۔

استخدام کے متعلق قاعدہ کا ذکر علامہ سیوطی اور علامہ زرکشی بھی کیا ہے۔60

چنانچہ اس قاعدہ کی رو سے ایک ضمیر کے ساتھ جو اسم متصل ہوتا ہے ایک دفعہ اس کے اصل معنی مراد لیے جاتے ہیں اور دوسری بار اس کے مجازی معنی مراد لیے جاتے ہیں۔اس طرح ضمیر ایک سے زائد معنوں کی طرف لوٹائی جا سکتی ہے۔ جیسے ارشاد ربانی ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (المومنون،23:13۔12)۔اس آیت مبارکہ میں "الْاِنْسَانَ" سے مراد

آدمؑ ہیں جبکہ اس کے بعد کی آیت میں ضمیر "جَعَلْنٰهُ" کا مرجع آدمؑ نہیں ہیں کیونکہ آدم نطفہ سے پیدا نہیں ہوئے۔ 61 یہاں پر ضمیر سے مراد اولادِ آدم ہے چنانچہ "صنعت استخدام" استعمال کرتے ہوئے ضمیر سے مراد دوسرا مطلب لیا گیا ہے۔62

الغرض قرآن پاک میں ضمائر بعض مقامات پر کسی اسم کے ساتھ آنے کے باوجود کسی اور معنی کے لئے لائی جاتی ہیں جو اس کے مجازی معنی بھی ہوسکتے ہیں۔ ایسے مقامات پر ایک جگہ اس چیز کے اصل معنی جبکہ دوسری جگہ ضمیر کسی دوسرے معنی کے لئے لائی جاتی ہے۔

9۔ نواں قاعدہ:

بسا اوقات ضمیر سے کوئی شے متصل آتی ہے مگر اس سے مراد اس ضمیر سے ملتی جلتی کوئی چیز ہوتی ہے جس کو اصولیین "ملابسۃ" کا نام دیتے ہیں اس کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ:

قد يجئ الضمير و متصلا بشئ وهو لغيره عائدا على ملا بس ماهوله 63

یعنی کبھی ضمیر کسی شے سے متصل آتی ہے مگر اس کر مرجع اس کا غیر ہوتا ہے اور وہ اس سے ملابست (ملتا جلتا) رکھتا ہے جیسے قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ O اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ (النازعات،79:9۔8) اس آیت مبارکہ میں ضمیر "ها" بظاہر قلوب کی طرف لوٹ رہی ہے مگر اس سے مراد قلوب نہیں بلکہ اسکا غیر ہے یعنی اس سے مراد "اصحاب القلوب" ہیں۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ: "**وإنما أضيفت(الابصار) لها للملابسة**" **64**

چنانچہ بعض اوقات ضمیر کسی اسم کے ساتھ آنے کے باوجود اس کے لئے نہیں ہوتی چنانچہ ایسی صورت حال میں کبھی "صنعت استخدام" کو برائے کار لاتے ہوئے اس سے مراد کوئی اور چیز یا اس کے مجازی معنی مراد لیے جاتے ہیں اور کبھی "ملابست" کی وجہ سے اس سے ملتی جلتی کوئی چیز مراد ہوتی ہے۔ اور ایسا متصل شے کا ضمیر سے متعلق ہونے کی بدولت ہی ہوتا ہے۔

10۔ دسواں قاعدہ:

مرجع کی تعین کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ

"الاصل فی الضمیر عوده إلی اقرب مذکور ولناأصل آخر وهو إذاجاء مضاف و مضاف إلیه وذکر بعد ها ضمیر عاد إلی المضاف لانه المحدث عنه دون مضاف إلیه" 65

یعنی اصل یہی ہے کہ ضمیر کو اقرب مذکور کی طرف لوٹایا جائے مگر ہمارے لئے اصل اور ہے اور وہ یہ کہ جب مضاف مضاف الیہ کے بعد ضمیر آئے تو ضمیر کو مضاف کی طرف لوٹایا جائے کیونکہ مضاف الیہ کی بجائے مضاف کی بات ہو رہی ہوتی ہے۔ یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جب کہ مضاف الیہ کے مرجع ہونے پر کوئی قرینہ نہ ہو لیکن اگر کوئی قرینہ ہو تو ایسی صورت میں مضاف الیہ کو بھی مرجع قرار دیا جاسکتا ہے ایسا اس صورت میں ہوتا ہے جب مضاف کل یا جمیع کا لفظ ہو تو اس صورت میں ضمیر مضاف الیہ کی طرف لوٹے گی۔ 66 یا جب مضاف الیہ اپنے مضاف کی خبر ہو خواہ حقیقتاً یا حکماً ہو۔ 67

جیسے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النحل،18:16) میں ضمیر "ها" کو مرکب اضافی "**نعمة الله**" میں سے "**نعمة**" کی طرف لوٹایا جائے گا جو کہ مضاف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر "ها" نعمۃ کے مطابق مؤنث لائی گئی ہے۔ 68 مگر وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (النحل،114:16) کے فرمان میں ضمیر "ایاہ" (منصوب منفصل) کا مرجع مرکب اضافی "**نعمت الله**" میں "الله" کو قرار دیا گیا ہے جو کہ مضافہ الیہ ہے اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ ضمیر مذکر لفظ اللہ سے مطابقت رکھتے ہوئے آئی ہے نا کہ "**نعمت**" سے مناسبت رکھتے ہوئے اور محدث عنہ بھی اسم "الله" ہے۔ چنانچہ ضمیر کو مضاف الیہ کی طرف لوٹایا جائے گا۔ 69

مذکورہ بالا تمام مثالوں سے واضح ہوا کہ مرجع کے مرکب اضافی ہونے کی صورت میں اصل یہی ہے کہ ضمیر کو مضاف کی طرف لوٹایا جائے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو اگر اس کے خلاف قرینہ موجود ہو اور دلائل مضاف الیہ کی طرف لوٹانے کے موجود ہوں تو ایسی صورت میں ضمیر کو مضاف الیہ کی طرف بھی لوٹایا جاسکتا ہے۔

حاصل کلام:

کلام میں ضمیر کے مرجع کے بارے میں جاننا بے حد ضروری ہے نیز درست مرجع تک رسائی اور اسکا تعین کلام کو درست سمت میں لے جانے کے ساتھ ساتھ متکلم کی بات کو قابل فہم بناتا ہے چنانچہ مرجع کے قواعد کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

- مرجع کے تعین میں مفسر کے لئے یہ ضروری ہے کہ مرجع کے تعین سے قبل سبب نزول سے آگاہ ہو اگر سبب نزول موجود ہو تو اسے ہی ترجیح دی جائے گی بصورت دیگر مرجع مذکور کو ہی ترجیح دی جائے گی۔ اسی طرح اگر دو مذکور مراجع ہوں تو "اقرب مذکور" مرجع کی طرف لوٹانا اولی ہے۔
- لیکن بعض صورتوں میں سیاق کو مد نظر رکھتے ہوئے بعید مرجع کو بھی ضمیر کا مرجع قرار دیا جا سکتا ہے اور ایسا اسکے "محدث عنہ" ہونے کی صورت میں ہوتا ہے چنانچہ مفسر کو چاہئیے کہ سیاق کو مد نظر رکھتے ہوئے جس کے متعلق بات ہو رہی ہو ضمیر کو اس کی طرف لوٹائے۔
- مرجع کے تعین کا ایک اور اصول یہ بھی ہے کہ ایک ہی آیت میں کئی ضمائر آرہی ہوں تو انھیں ایک ہی مرجع کی طرف لوٹانا اولی ہے۔
- مگر بعض صورتوں میں سیاق کو دیکھتے ہوئے الگ الگ مراجع بھی قرار دیے جا سکتے ہیں اسی طرح لفظی و معنوی مرجع میں سے لفظی مرجع کی طرف لوٹانا اولی ہے۔
- اگر کوئی ضمیر بالکل جملہ کے ابتداء میں ذکر ہو اور اسکا مرجع کوئی نہ ہو اور اس ضمیر پر کسی بھی مرجع کے تعین کے قاعدے کا اطلاق نہ ہو سکتا ہو تو اسے ضمیر شان یا ضمیر قصہ پر محمول کیا جائے گا۔70
- اسی طرح مرجع کے تعین کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر کئی اشیاء کے بعد ضمیر جمع آئے تو اس کو سب کی طرف ہی لوٹایا جائے گا لیکن اگر آخر میں ضمیر واحد آئے تو اقرب مذکور کی طرف ہی ضمیر کو لوٹایا جائے گا۔
- مرجع کے تعین کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ مفسر کو چاہئیے کہ ضمیر کو دیکھتے ہی جو ظاہر مرجع ہو اسی کو ہی ضمیر کا مرجع قرار دے۔ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ مرجع اقرب مذکور ہو ضمیر سے مطابقت رکھتا ہو نیز سیاق سے

مطابقت رکھتا ہو چنانچہ ان شرائط کی موجودگی میں کسی اور کو ضمیر کو مرجع کو قرار دینے کے لئے مفسر کو چاہئیے کہ دلیل فراہم کرے۔ 71

- بعض صورتوں میں ضمیر کسی اسم کے ساتھ متصل ہو کر آتی ہے مگر اسکا مرجع کوئی اور اس ہو تا ہے ایسا سیاق کو جاننے کے بعد ہی معلوم کیا جا سکتا ہے۔
- اسی طرح مضاف، مضاف الیہ میں اصل یہ ہے کہ ضمیر مضاف کی طرف لوٹے مگر بعض صورتوں میں مضاف الیہ کی طرف بھی لوٹایا جا سکتا ہے۔
- اسی طرح مثنی ضمائر کبھی اپنے سے قبل دو مراجع کی طرف کبھی دو میں سے ایک کی طرف اور کبھی سب مراجع کی طرف بھی لوٹتی ہے اس طرح کبھی واحد ضمیر بھی اپنے سے قبل مذکور دونوں مراجع کی طرف لوٹ سکتی ہے۔ 72
- ضمیر سے قبل واؤ عاطفہ و استئنافیہ کے اختلاف کی صورت میں اصل یہ ہے کہ واؤ استنافیہ مانا جائے اور بعد میں آنے والے جملے کو مرجع قرار دیا جائے مگر بعض صورتوں میں واؤ عاطفہ ہونے کی صورت میں ضمیر کو سب کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے۔ 73
- مرجع کے تعین میں نظائر قرآن سے بھی مدد لی جاسکتی ہے اور اسی قول کو ترجیح حاصل ہو گی جس کی تائید میں نظیر قرآن موجود ہو گی۔ 74
- اسی طرح اختلاف کی صورت میں " سبع قراءات " میں معروف قرات کو ترجیح دی جائے گی اور وہی مرجع قرار دیا جائے گا جو معرف قرات سے مطابقت رکھتا ہو اور مفسر کو بھی چاہئے کہ جس قرات کو اختیار کرے اس کے مطابق مرجع کا تعین کرے۔
- مرجع کے تعین کا ایک اہم قاعدہ یہ بھی ہے کہ اختلاف کی صورت میں حدیث و روایات کی طرف رجوع کیا جائے اور اسی قول کو ترجیح حاصل ہو گی جس کی تائید میں حدیث رسول ﷺ یا کوئی اثر موجود ہو گا نیز بعض صورتوں میں مفسر مرجع کے تعین میں سیرت کی روایات کو بھی بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ مرجع کے تعین میں بالترتیب ان قواعد کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے اور ان تمام قواعد میں یہ چیز سب سے زیادہ واضح ہے کہ مفسر کے لئے ضروری ہے کہ سیاق کو مد نظر رکھے چنانچہ ایک مفسر کو چاہئیے کہ مرجع سے مطابقت رکھتے ہوئے ضمائر کو سیاق کے مطابق قواعد کو مد نظر رکھتے ہوئے مراجع کی طرف لوٹائے تاکہ درست سمت میں راہنمائی ہو سکے اور اختلافات کو کم کیا جا سکے قرآن کے صحیح مفہوم سے آشنائی ہو سکے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ زرکشی، بدر الدین، ابو عبد اللہ، البرھان فی علوم القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1376ھ، 4/25

2۔ الحربی، حسین بن علی بن حسین، قواعد الترجیح عند المفسرین، دار القاسم، 1417، 1996ء، 2/893

3۔ رازی، فخر الدین، امام، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثالثۃ، 1420ھ، 2/144

4۔ ایضاً

5۔ قواعد الترجیح عند المفسرین، 2/596

6۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، ابو الفداء، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیۃ، منشورات، بیروت، 1419ھ، 8/278

7۔ ابو حیان، محمد بن یوسف بن علی بن حیان، الاندلسی، البحر المحیط فی التفسیر، دار الفکر، بیروت، 1420ھ، 8/541

8۔ ابن عاشور، محمد طاہر بن محمد طاہر، التبونی، التحریر والتنویر، الدار التونسیۃ للنشر، تیونس، 1984ء، 14/350

9۔ ایضاً

10۔ قواعد الترجیح عند المفسرین، 2/621

11۔ البحر المحیط، 3/211

12۔ جامع البیان، 11/150، الاحکام فی اصول الاحکام، 4/445، الاتقان 1/600

13۔ طبری، محمد بن جریر، أبو جعفر، جامع البیان، مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ھ، 16/67

14۔ ایضاً

15۔ تفسیر ابن کثیر، 5/218، جامع البیان، 16/ 67

16۔ جامع البیان، 16/69

17۔ مفاتیح الغیب، 21/205، البحر المحیط، 7/253، اضواء البیان، 4/246

18۔ مفاتیح الغیب، 10/407

19۔ ایضاً،311/10

20۔ قواعد الترجیح عند المفسرین،2/603

21۔ شنقیطی، محمد امین بن محمد مختار، اضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی،1415ھ،5/302

22۔ قواعد الترجیح عند المفسرین،2/613

23۔ السیوطی، جلال الدین، امام، الاتقان فی علوم القرآن، مطبعۃ مصطفی البابی، القاھرہ،1978ء،1/504، البرھان،4/35

24۔ ایضاً،1/505

25۔ البرھان،1/504، الاتقان،1/504

26۔ خالدی، ابو النصر، محمد، ڈاکٹر، ضمائر القرآن، شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی،2002ء، ص28

27۔ البرھان،4/35

28۔ آفندی، محب الدین، کتاب تنزیل الایات شرح شواھد الکشاف، المطبعۃ الکبری، مصر، س۔ن،3/63

29۔ الکشاف،2/712، تفسیر المحرر الوجیز،3/507، روح المعانی،9/357، جامع البیان،8/206، تفسیر القرآن العظیم،5/148، الاتقان،1/601

30۔ قواعد التفسیر،1/400

31۔ عبد الخالق، محمد، عضیمۃ، دراسات لأسلوب القرآن، دار الحدیث، القاھرہ،1404ھ،1/8

32۔ ابن عطیہ، المحرر الوجیز فی تفسیر کتاب العزیز، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولی،1422ھ،16/262 مجموع الفتاوی ابن تیمیہ،6/488، التحریر والتنویر،15/222

33۔ الکشاف،4/726، البحر المحیط،8/625، آلوسی، شھاب الدین، روح المعانی المعروف تفسیر آلوسی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت الطبعۃ الاولی،1415ھ،16/142

34۔ الزجاج، ابو إسحاق، ابراھیم بن السری، معانی القرآن للزجاج، عالم الکتب، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی،1408ھ،5/304

35۔ تفسیر القرآن العظیم،8/356، تفسیر جلالین،2/298

36۔ ابو داؤد الطیالسی، رقم الحدیث:1755،1/242

37۔ نسفی أبو البرکات، عبد اللہ بن احمد بن محمود، مدارک التنزیل، دار الکلم الطیب، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی،1419ھ،2/788

38۔ مفاتیح الغیب،11/98

39۔ جامع البیان،12/538، تفسیر القرآن العظیم،7/467

40۔ البحر المحیط،8/241،التحریر والتنویر،13/154
41۔ اضواء البیان،8/58
42۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ،4/435
43۔ تفسیر القرآن العظیم،4/438
44۔ جامع البیان،16/386
45۔ سراج الدین، عمر بن علی بن عادل الحنبلی، الدمشقی، لباب فی علوم الکتاب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان،1420ھ،8/486
46۔ تفسیر القرآن العظیم،3/16،توفیق الرحمن فی دروس الرحمن،1/234،التحریر ولتنویر،8/140، تفسیر القرآن الکریم،2/150،الدر المصون،5/200
47۔ الکلیات لأبی البقاء، فصل:الضاد،1/568
48۔ التسھیل لعلوم التنزیل،2/504
49۔ البرھان،4/25،الاتقان،1/503
50۔ التحریر والتنویر،30/449
51۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل فاطمۃ، رقم الحدیث:3871(6/182)
52۔ تفسیر القرآن العظیم،6/364
53۔ التحریر والتنویر،22/14
54۔ الاتقان،1/507،الکلیات لابی البقاء، فصل الالف والجیم،1/47،زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن(مترجم)،ص:17
55۔ عباس حسن، النحو الوافی، دار المعارف المصر،2008ء،1/226
56۔ النحو الوافی،1/227
57۔ زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن، ص:175
58۔ البحر المحیط،4/450
59۔ زبدۃ الاتقان، ص/173،الکلیات، ص/568
60۔ الاتقان،1/504،البرھان،4/33
61۔ البحر المحیط،6/398،الاتقان،1/504
62۔ البرھان،4/33،زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن، ص:174

63۔ الاتقان،1/504،الکلیات، فصل الضاد، ص:569،زبدۃ الاتقان، ص:174

64۔ تفسیر القرآن العظیم،8/313

65۔ البرھان،4/39،الاتقان،2/337

66۔ النحوالوافی،1/216

67۔ ضمائر القرآن، ص:39

68۔ التحریر والتنویر،14/123

69۔ سمین حلبی، شھاب الدین، ابو العباس، الدر المصون فی الکتاب المکنون، دار القلم، دمشق،1416ھ،7/297

70۔ قواعد الترجیح عند المفسرین،2/575

71۔ ایضاً،2/617

72۔ قواعد التفسیر، المقصد السابع، الضمائر،1/406،الکلیات لابی البقاء: فضل الضاد، ص:529،الاتقان،2/337

73۔ محمد نعمان، مولانا، قواعد التفسیر، دار الناشر، کراچی پاکستان،2014ء،1/400

74۔ صبرۃ، محمد حسین، مرجع الضمیر فی القرآن الکریم، دار غریب للطباعۃ والنشر والتوزیع، القاھرہ،2001ء، ص36